ڈاکٹر محمد رفیع الدین ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی۔ڈی لٹ

نظریاتی مملکت کی خصوصیات

نظریاتی مملکت ایک ایسی مملکت ہوتی ہے جس کی پوری عملی زندگی نظریہ کے مدار پر گھومتی ہے۔ وہ نظریہ کی خاطر وجود میں آتی ہے اور نظریہ کی خاطر زندہ رہتی ہے اور نظریہ کی حفاظت اور توسیع اور ترقی کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہتی ہے۔ نظریہ اس کے لیے جان یا رُوح کا مقام رکھتا ہے۔ اگر نظریہ کی محبت کمزور ہو جائے تو وہ بھی کمزور ہو جاتی ہے --- اگر نظریہ کی محبت طاقتور ہو جائے تو وہ بھی طاقتور ہو جاتی ہے اور اگر نظریہ مٹ جائے تو وہ بھی مٹ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے افراد کو غلط یا صحیح طور پر یہ یقین ہوتا ہے کہ انسان اور کائنات کی علمی اور عقلی تشریح کے طور پر صرف ان کا نظریہ صحیح ہے اور باقی تمام نظریات غلط ہیں۔ وہی صداقت ہے وہی علم ہے، وہی حکمت ہے، وہی دانائی ہے اور وہی عقل ہے۔ اس لیے وہ پائدار اور لازوالی ہے اور باقی نظریات ناپائدار اور عارضی ہیں۔ تمام صداقتیں اور سائنسی حقیقتیں خواہ وہ طبیعیات سے تعلق رکھتی ہوں یا حیاتیات سے یا انسانی نفسیات سے صرف ان کے نظریہ سے مطابقت رکھتی ہیں اور اسی کی تائید و توثیق کرتی ہیں۔ تمام صداقتیں اس کا طواف کرتی ہیں اور وہ تمام صداقتوں کا مرکز اور محور ہے۔ وہ تمام صداقتوں کی صداقت اور تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے۔ لہذا اس کے مدارس اور یونیورسٹیوں میں جو سائنسی علوم پڑھائے جاتے ہیں وہ اس کے نظریہ سے شروع ہوتے ہیں اور نظریہ پر ختم ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک ان کے نظریہ کی شاخ سمجھا جاتا ہے اور نظریہ کے کسی نہ کسی پہلو کی تشریح اور تفسیر کا حکم رکھتا ہے۔ نظریہ سے الگ ہو کر اس کی کوئی حیثیت یا قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

ایک نظریاتی مملکت کا سب سے اہم ادارہ اس کا نظام تعلیم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی کا دارومدار اس پر ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ سے اس کے افراد کے دلوں میں نظریہ کی محبت کی نشوونما کی جاسکتی ہے

اگر نظامِ تعلیم پوری طرح نظریاتی بنیادوں پر مبنی نہ ہو تو اس کے ذریعہ سے نظریہ کی محبت کم ہوتی ہے جس سے مملکت کی وحدت اور قوت کمزور ہو جاتی ہے اور اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور اگر نظامِ تعلیم پوری طرح سے نظریہ پر مبنی ہو تو مملکت کی وحدت اور قوت مضبوط ہوتی ہے اور اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ لہذا نظریاتی مملکت اپنے نظامِ تعلیم کو پوری طرح سے اپنے نظریہ پر قائم کرتی ہے اور اس کی تشکیل اس طرح سے کرتی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے تعلیم یافتہ افراد کے دلوں میں نظریہ کی محبت ترقی کر کے اپنے کمال تک پہنچ جائے۔ جب کوئی نظریاتی مملکت وجود میں آتی ہے تو اس وقت نظریہ کی محبت فقط ان لوگوں کے دلوں میں ہوتی ہے جو ایک انقلاب کے ذریعہ سے اس مملکت کو وجود میں لاتے ہیں اور عوام میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نظریہ کو سمجھتے ہیں، اس پر ایمان رکھتے ہیں یا معاشرہ کو اس کے مطابق لانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ لیکن انقلاب لانے والے افراد جو اقتدار کے مالک بن جاتے ہیں۔ اقتدار پانے کے بعد سب سے پہلا کام جو کرتے ہیں وہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مملکت کے نظامِ تعلیم کو نظریہ کے مطابق بدل کر پوری قوم کو بدل دیتے ہیں یہاں تک کہ پوری قوم نظریہ کی محبت سے سرشار ہو جاتی ہے اور اس کے لیے اس کے افراد ہر قربانی کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ایک نظریاتی مملکت یہ سمجھتی ہے کہ اس کے وجود کا دارومدار ہی اس بات پر ہے کہ اس کے نظریہ پر لوگوں کا ایمان قائم رہے اس لیے وہ اپنے عوام کے لیے تمام ایسے لٹریچر یعنی اخباروں، رسالوں اور کتابوں کی درآمد روک دیتی ہے جو اس کے منافی نظریات پر مبنی ہو اور لوگوں کے اذہان میں اس کے اپنے نظریہ کے متعلق تشکیک پیدا کرنے والا ہو اور اس کے برعکس اپنے ہاں سے ایسے لٹریچر کو پوری دنیا میں برآمد کرتی ہے جو اس کے اپنے نظریہ کی صداقت و تائید پر مبنی ہو اور اس کی معقولیت اور عظمت کو اجاگر کرنے والا ہو تاکہ دوسرے ملکوں کے لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کے ہمدرد اور ممد و معاون بن جائیں اور اس کی عالمی قیادت اور سیادت اور اس کے نظریہ کی عالمی اشاعت اور قبولیت کے لیے راستہ ہموار کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔

چونکہ مملکت کا نظریہ اس کی جان ہوتا ہے لہذا مُلک کے اندر جب بھی اور جہاں بھی اس کے نظریہ کی مخالفت سر اٹھاتی ہے وہ اسے اپنی زندگی کے لیے ایک چیلنج یا خطرہ سمجھتی ہے اور فوراً پوری قوت کے ساتھ اس کا سدّ باب کرتی ہے۔ اور بیرونی مخالفت کو ختم کرنے کے لیے دور رس تدابیر عمل میں لاتی ہے اور اپنی خارجہ پالیسی کو اور دوسرے ملکوں سے اپنے ہر قسم کے تعلقات کو ان تدابیر کے مطابق معیّن کرتی ہے کہ آیا دوسری مملکتوں کے ساتھ اس کے تعلقات موافقانہ ہوں گے یا مخالفانہ؟ اس بات کا

دارو مدار اس بات پر ہوتا ہے کہ آیا اس کے نظریہ کے متعلق ان کی روش موافقانہ ہے یا مخالفانہ۔ وہ اپنے اسکول کالج یونیورسٹی کو ہی نہیں بلکہ عوامی تعلیم و تربیت کے دوسرے ذرائع مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن پلیٹ فارم اور پریس اور ملک میں طبع ہونے والی کتابوں کو بھی اپنے نظریہ کی اندرونی اور بیرونی تعلیم اور تبلیغ کے لیے کام میں لاتی ہے اور اس بات کا کوئی امکان باقی نہیں رہنے دیتی کہ یہ ذرائع تعلیم کوئی ایسی بات بھی منظرِ عام پر لائیں گے جو نظریہ کی معقولیت اور عظمت کے خلاف بالواسطہ یا بلا واسطہ اشارہ کرتی ہو۔ چونکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی عملی زندگی کے تمام شعبوں کو نظریہ کے مطابق بنائے۔ نظریہ کی خوبیوں کو اپنے عمل سے آشکار کرے۔ نظریہ کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے نظریہ کی حفاظت کرے۔ دنیا بھر میں نظریہ کی نشر و اشاعت کرے اور نظریہ کے چاہنے والوں یا اس کے ساتھ ہمدردی رکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرے۔ اپنے اثر و رسوخ کو بڑھائے اور دنیا میں ثقافتی اور سیاسی طور پر پھیل جائے۔ اس لیے وہ اس بات کا پورا اہتمام کرتی ہے کہ ریاست کی عملی زندگی کے تمام شعبوں میں ایسے آدمیوں کو مقرر کرے جو نظریہ کے علم سے پوری طرح بہرہ ور ہوں۔ اس کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہوں اور اس کو جامۂ عمل پہنانے کے لیے بے تاب ہوں۔ لہٰذا وہ اپنے پبلک سروس کمیشن سے توقع رکھتی ہے کہ وہ اپنے زبانی انٹرویو سے اور تحریری امتحانوں کے ذریعے سے اس بات کا اطمینان کرے کہ آیا جو شخص ریاست کی ملازمت میں لیا جا رہا ہے وہ نظریہ کے علم سے اور اس کی محبت سے بہرہ ور ہے یا نہیں۔ آج کے اس دور میں ایسی نظریاتی مملکت کی مثال روس ہے اور چین۔ عملی تاریخ کے قوانین جن کی طرف یہاں صرف ایک اشارہ ہی ممکن ہے اس قسم کے ہیں کہ جو مملکت کسی غلط نظریہ پر قائم ہو جائے وہ زود یا بدیر اپنے نظریہ کے سمیت مٹ کر رہتی ہے اور اس کے افراد ان پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنے میں مجبور ہوتے ہیں جو قدرت نے مٹ جانے والے نظریہ کے پرستاروں کے لیے مقدر کر رکھی ہیں۔ اس کے برعکس جو مملکت صحیح نظریہ پر قائم ہو اس کی وحدت اور سالمیت برقرار رہتی ہے اور اس کی قوت اور شوکت متواتر ترقی کرتی رہتی ہے اور وہ اپنے نظریہ کے سمیت تادیر ——— موجود رہتی ہے اور نوعِ انسانی کو ہر قسم کی ترقیوں کی منزلوں سے گزار کر حالتِ کمال تک پہنچاتی ہے۔

صحیح نظریۂ حیات فقط ایک ہے اور وہ اسلام ہے لہٰذا جو نظریاتی مملکت اسلام پر قائم ہو گی وہ رفتہ رفتہ دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گی اور تا قیامت موجود رہے گی۔ قدرت اپنے قوانین کی رو سے صرف اس مملکت کو زندہ رہنے، ترقی کرنے اور حالتِ کمال تک پہنچنے کا حق دیتی ہے جو اسلام کے نظریہ پر مبنی ہو۔ اب ہمیں سوچ لینا چاہیے کہ ہم ایک مملکت کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔